ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

سعد اللہ جان برقؔ بحیثیت قصہ نگار

SAADULLAH JAN BARQ AS A STORYTELLER

*افشان جبین
لیکچرار اردو، یونیورسٹی آف ملاکنڈ
**طارق عزیز
پی ایچ ڈی اسکالر اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور
***ڈاکٹر صدیق اقبال
لیکچرار شعبۂ اردو، ایکسلسیئر کالج سوات

ABSTRACT:

SaadUllah Jan Barq is well-known as a poet, columnist, playwright and critic, but his storytelling cannot be given the attention he deserves. He is basically a storyteller and in this regard, two of his books, "Shab-e-Chirag" and "Belagam", have been released."Shab-e-Chiragh" is a historical novel, based on the fables, writings, and stories of The "Belagam" Barak. Apart from this, two of his short stories have also been published in "Dukhtar e Kinat". On the basis of this knowledge asset, efforts will be made to determine the status of Baraq as a storyteller.If you look at the novel of SaadUllah Jan Barq, then we have to mention his only historical novel Shab-e-Chiragh, which is based on the life, struggle and circumstances of the famous God servant Abdul Ghaffar Khan alias Bacha Khan. In the near future, he will be involved in various aspects of knowledge and literature and will do considerable academic and literary services. A total of 38 of his books have appeared so far, out of which 17 books are in Urdu. In this article his novel and other writings have been discussed in detail.

Keywords: *SaadUllah Jan Barq, poet, columnist, playwright, critic, Shab-e- Chiragh,Belagam, Dukhtar e Kinat.*

سعد اللہ جان برقؔ 11 مئی1940 کو عجب خان کے گھر ضلع نوشہرہ کے موضع ڈاگ بہ سود میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کی رسمی تعلیم اور مناسب غیر رسمی تعلیم سے آراستہ سعد اللہ جان برقؔ پشتو اور اردو کے معروف ادیب، شاعر، محقق، مؤرخ، کالم نگار، ڈراما نگار اور نقاد ہیں۔1914ء میں ادبی زندگی کا آغاز کرنے والے اس ادیب کا ادبی سفر وسعت اور گہرائی کے ساتھ جاری ہے۔ وہ پشتو اور اردو کی مختلف اصناف میں خاصے فرسائی کر چکے ہیں اور دیرینہ سالی کے باوجود امید کی جاسکتی ہے کہ وہ مستقبل قریب مین علم و ادب کے مختلف گوشوں میں منہمک ہو کر خاطر خواہ علمی و ادبی خدمات انجام دیں گے۔ سر دست اُن کی کل 38 کتابیں منصّہ شہود پر آچکی ہیں جن میں سے 17 کتابیں اردو میں ہیں۔ ان مطبوع اردو کتابوں میں دخترِ کائنات، وحدت الوجود اور بگ بینگ، شب چراغ، عسکریت اور رعیت، بے لگام، خدمات گاری سے فوج داری تک، مقدس خونریزیاں، پشتون اور نسلیات ہندو کش، ناقابلِ اشاعت، حقائق اور اف نے شامل ہیں۔ ان کتب کا تعلق علم و ادب کے مختلف شعبوں سے ہیں۔ یہاں برقؔ کی دیگر جہات سے بوجوہ صرفِ نظر کرتے ہوئے اُن کی قصہ نگاری پر بحث کی جائے گی۔

سعد اللہ جان برقؔ بطورِ شاعر، کالم نگار، ڈراما نگار اور نقاد تو معروف ہیں مگر اُن کی قصہ نگاری کی طرف وہ توجہ نہیں دی جاسکتی ہے جس کے وہ حق دار ہیں۔ وہ بنیادی طور پر قصہ گو ہیں اور اس ضمن میں اُن کی دو کتابیں شب چراغ اور بے لگام منظر عام پر آچکی ہیں۔ شبِ چراغ ایک تاریخی ناول ہے جب کہ بے لگام برقؔ کے افسانچوں، لطائف اور حکایتوں پر مبنی ہے۔ علاوہ ازیں اُن کے دو افسانے دختر کائنات میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ اس علمی اثاثے کی بنیاد پر برقؔ کا بطورِ قصہ نگار مقام و مرتبہ متعین کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

سعد اللہ جان برقؔ کی ناول نگاری پر نظر ڈالنی ہو تو اُن کے واحد تاریخی ناول شبِ چراغ کا تذکرہ کرنا پڑتا ہے جو مشہور خدائی خدمت گار عبد الغفار خان عرف باچاخان کی زندگی، جدوجہد اور اس وقت کے حالات پر مبنی ہے۔ سب سے پہلے ان کے ناول کی فکری خوبیوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

شبِ چراغ چوں کہ ایک تاریخی ناول ہے اس لیے اس ناول کی فکری وفنی خوبیوں کے علاوہ تاریخ کے تقاضے بھی پورے کرنے پڑتے ہیں۔ برقؔ نے اس ناول میں تاریخ سے پورا انصاف کرتے ہوئے اس خطے کی تاریخ کی قلمی تصویر پیش کی ہیں اور اس ضمن میں متعدد شخصیات کی کھری تصویریں پیش کی ہیں مثال کے طور پر غازی امان اللہ خان کے انقلابی اقدامات کے خلاف افغانستان میں جو عوامی تحریک آلہ کار بنایا گیا تھا۔ اس تحریک کے سر کردہ رہنماؤں، اُن کے مقاصد اور درپردہ انگریزی سازش کے بارے میں برقؔ کی رائے کچھ یوں ہے:

"ملائے شور بازار اور ملائے چکوزی اس آگ کے اصل دیاسلائی تھے اور ان دیاسلائیوں میں صرف لکڑی کی تیلی اُن کی اپنی تھی باقی کا سارا مصالحہ فرنگی تھا۔"(۱)

برقؔ نے اس ناول میں کوشش کی ہے کہ وہ شخصیات اور حالات کے ضمن میں فکشن کی صورت میں درست تاریخی معلومات قارئین تک پہنچا سکیں اور اس مقصد میں کامیاب رہے ہیں کیوں کہ انھوں نے باچا خان، حبیب اللہ عرف بچہ سقہ، غازی امان اللہ، انگریزی سرکار، قائد اعظم اور متعدد تاریخی واقعات کا ذکر اس انداز سے کیا ہے کہ تاریخ کا چہرہ مسخ نہیں ہونے دیا اور قصے کی چاشنی بھی برقرار رکھی ہے۔

ایک کامیاب ناول نگار انسانی فطرت اور انسانی نفسیات سے آگاہ ہوتا ہے۔ سعد اللہ جان برقؔ کو انسانی نفسیات سے کماحقہ آگاہی حاصل ہے جس کا اظہار وہ اپنی دیگر متعدد تصانیف میں بھی کر چکے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ امیر لوگوں کی اولاد کے تنزل اور غریب لوگوں کی اولاد کے عروج کی کہانی کچھ یوں پیش کرتے ہیں:

"بڑے بڑے خان خوانین اور دولت مند گھرانوں کے بیٹے اپنی دولت وثروت پر مغرور ہو کر نہ کچھ کرے ہیں نہ کچھ سیکھتے ہیں۔ نتیجے میں چند پیڑیوں کے بعد تقسیم در تقسیم ہو کر یا اللّے تللّے میں صرف ہو کر دولت اور جائیداد تو چلی جاتی ہے اور صرف نکمے لوگ رہ جاتے ہیں۔ ان کے برعکس جو لوگ غریب یا سرمایہ داروں کی اصطلاح میں کمی کمین ہوتے ہیں۔ ان کو اپنی کمی کا احساس ہوتا ہے چنانچہ وہ محنت کر کے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ کوئی ہنر سیکھتے ہیں۔ کسی کاروبار کو ہاتھ میں لیتے ہیں اور اُنچا مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ یعنی اوپر کی مٹی نیچے اور نیچے کی مٹی اوپر آجاتی ہے۔"(2)

ناول نگار کی انسانی نفسیات سے آگاہی نے اُنھیں ایک کامیاب ناول نگار بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے ڈاکوؤں، طوائفوں، سیاست دانوں، حکمرانوں، خواتین اور ملاوؤں کی نفسیات کا بھرپور مطالع پیش کیا ہے جس کے لیے وہ داد کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

سعد اللہ جان برقؔ طنز کے ہتھیار استعمال کرنا خوب جانتے ہیں۔ اُن کی تحریروں میں سوز و کرب کے ساتھ طنز اور گہرے چوٹ کا مطالعہ خوب کیا جا سکتا ہے۔ زیرِ نظر ناول میں متعدد لمحات ایسے آئے ہیں جہاں پر ناول نگار نے سوز و کرب اور طنز کے تیر چلا کر قارئین کے دل موہ لیے ہیں۔ خصوصاً ناول میں وہ جگہیں جہاں کسی پیر یا ملا پر طنز کے نشتر برسائے گئے ہیں، قابل دید ہیں۔ علاوہ ازیں انگریزوں کی جھوٹی انصاف پسندی اور مصلحت پر مبنی اُصول پرستی پر برقؔ کے چلائے گئے نشتر دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

ناول خیبر پختونخواہ اور افغانستان کے مخصوص علاقوں سے تعلق رکھتا ہے اس لیے ناول نگار نے اپنے ناول میں ان علاقوں کی مخصوص معاشرت کی زبردست عکاسی کی ہے۔ اس علاقے کے رسم و رواج، لباس خوراک، بود و باش، روایات وغیرہ کی تصویر کشی اچھے انداز میں کی گئی ہے۔ تقسیم ہند سے پہلے یہاں مسلم ہندو اتفاق کی بہترین مثالیں بھی ناول میں مل جاتی ہیں جن سے اس وقت کے معاشرے کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ تقسیم ہند سے قبل اس صوبے میں مثالی ہندو مسلم اتحاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کے ہاں میت ہوئی تو ہندو باقاعدہ جنازے کے پیچھے پیچھے جاتے۔ صرف نماز جنازہ میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ پھر فاتحہ میں باقاعدہ آتے۔ بیٹھتے اور کہتے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائیں"۔(3)

الغرض برقؔ کا یہ ناول متعدد فکری محاسن سے مملو ہے اور اس ضمن میں اسے ایک کامیاب ناول قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس ناول کے فنی محاسن کی بات کی جائے اور اس کے پلاٹ پر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سادہ، چست پلاٹ کا حامل ناول ہے جس کی بنت میں مظبوطی اور ربط و ترتیب شامل ہے۔ ناول میں ہمیں بھی جھول کا احساس نہیں ہوتا۔ واقعات کا تلسلسل اور ربط قابلِ داد ہے۔ ناول نگار پر چھوٹے سے چھوٹے واقعے کے لیے جواز، وجہ اور بنیاد پیش کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ اگر ناول کے آخر میں ڈاکو دلاور خان، عبد الغفار خان کو جیل میں اخبار سناتا ہے تو ناول نگار کے پاس اس کا جواز موجود ہے کہ وہ ڈاکو بننے سے پہلے چوتھی جماعت تک تعلیم حاصل کر چکا تھا۔ اسی طرح خدائی خدمت گار بننے کے بعد ڈاکو دلاور کھیتی باڑی شروع کرتا ہے تو قارئین کے ذہن میں

سوال ضرور جنم لیتا ہے کہ ایک اشتہاری اور پیشہ ور ڈاکو کیسے کھیتی باڑی کر سکتا ہے مگر ناول نگار کے پاس جواب پہلے سے موجود ہے کہ دلاور در اصل کسان کا بیٹا تھا اور لڑکپن تک کھیتی باڑی کرتا آیا تھا۔ یوں بادی النظر میں ناول کے واقعات میں منطقی ربط موجود ہے اور تمام واقعات کی کڑیاں ایک دوسرے کے ساتھ اچھی طرح مربوط ہیں۔

ایک کامیاب ناول کے لیے جاندار، متحرک اور دلچسپ کرداروں کا ہونا لازمی ہے۔ شب چراغ کے کرداروں کا مطالعہ کیا جائے تو اس کا مرکزی کردار عبد الغفار خان (باچا خان) ہے تاہم ان کے دیگر اہم کرداروں میں دلاور، زرینہ، شیر نواز، گل نواز، اعظم خان، رحیم خان، بچہ سقہ، پیر صاحب وغیرہ شامل ہیں۔ ناول نگار نے سب سے زیادہ محنت دلاور پر صرف کی ہے اور وہ متضاد صفات کے حامل ایک کامیاب اور جاندار کردار تخلیق کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ایک ایسا کردار جو بہ یک وقت ڈاکو بھی ہے اور شریف بھی۔ ظالم بھی ہے اور رحم دل بھی۔ قاتل بھی ہے اور اصولوں کا پابند بھی۔ ناول کا یہ کردار ارتقائی مراحل سے گزرتا ہے۔ معصوم سے قاتل بنتا ہے اور پھر خدائی خدمت گار۔ جہاں وہ مارنے کی بجائے خاموشی سے ایک مشن کی خاطر مر جاتا ہے۔ پیر صاحب آف بڈہ شریف بھی ایک متحرک اور فریب سے بھرپور کردار ہے۔ یہ جعلی پیر مکر و زور کی تمام خصوصیات سے لیس ہے اور انھی خصوصیات سے سادہ لوح مریدوں کو ورغلاتا ہے۔ الغرض ناول نگار نے ناول کے کرداروں پر اچھی محنت کی ہے اور زندگی کی قریب کرداروں نے اس ناول کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

ناول کی کامیابی کے لیے دلچسپ، جاندار اور موقع محل کی مناسبت سے مکالمہ نگاری کی اہتمام ضروری ہے۔ اس تناظر میں جب شب چراغ کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو یہ ناول پوری رعنائی، آب و تاب اور مکالمہ نگاری کے فنی حسن سے مملو نظر آتا ہے۔ ناول کے مکالمے سادہ، مختصر، عام فہم اور جاندار ہیں۔ ناول نگار نے ان مکالموں کے ذریعے اپنے کرداروں کے بارے میں بیش قیمت معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ ناول کے یہ مکالمے کرداروں کی تعلیم، عمر منصب، حسن، حیثیت اور مزاج کے عین مطابق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قاری شروع سے آخر تک مسحور ہو کر کہانی میں دلچسپی لیتے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ ناول سے بطورِ مثال ایک مکالمہ ملاحظہ ہو:

"رحیم خان لڑکی کو چھوڑ دو۔"

"چیخنے کیا ہو۔ تم بھی آؤ ہندوانی بڑی زوردار ہے۔" رحیم خان نے قطعی بدلتے ہوئے لہجے میں کہا

"کیوں کیا لگتی ہے یہ تمھاری۔ رحیم خان کی روپ میں اچانک اسے شیر نواز دکھائی دیا"۔ رحیم خان نے لڑکی کو مزید جکڑ لیا۔ اس کا دوسرا ساتھی خاموش کھڑا تھا۔

"دیکھو رحیم خان عورتوں کو بے عزت کرنا ہمارے گروہ کا اصول نہیں ہیں۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"اعظم خان کا بھی یہی اصول تھا۔"

"اعظم خان مر چکا ہے۔"

"مگر میں تو زندہ ہوں اور گروہ کا سردار اس وقت میں ہوں۔" دلاور نے کہا

"لیکن رحیم خان کسی کا غلام نہیں ہے۔ تم جاؤ اپنا کام کرو اور مجھے اپنا کام کرنے دو۔"(4)

ایک کامیاب ناول کا دارومدار منظر کشی پر ہوتا ہے۔ کامیاب ناول نگار مناظر فطرت کے علاوہ ماحول و معاشرت کی عکاسی، عقائد و نظریات، روم و رواج، کرداروں کے جذبات و احساساتِ مزاج، ذہنی کیفیات وغیرہ کو چابکدستی سے بیان کرتا ہے جس سے کہانی مربوط انداز میں آگے بڑھتی ہے اور قاری حظ اُٹھاتا ہے۔ برقؔ بنیادی طور پر ڈرامانویس اور فیچر نویس ہیں اس لیے وہ اس ناول میں کامیاب منظر نگار کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ وہ ڈرامائی انداز میں منظر کشی کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ وہ اکثر و بیشتر واقعات، ماحول اور مقامات کی منظر کشی کچھ اس انداز سے کرتے ہیں کہ قارئیں کہانی سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں اور اُن کے جذبات کی کتھارسیس بھی ہوتی ہو جاتی ہے۔ یوں بادی النظر میں یہ ناول منظر کشی کے وصف سے مالا مال ہے جس کی وجہ سے اسے کامیاب ناول قرار دیا جا سکتا ہے۔

برقؔ کے اس واحد ناول کا فکری و فنی تجزیہ کرنے کے بعد یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ ناول، ناول نویسی اور تاریخ نوسی دونوں کے تقاضے پورے کرتا ہے۔ خصوصاً ناول نویسی کی جملہ فکری و فنی خصوصیات کی موجودگی نے اس کو انفرادیت عطا کی ہے۔ اس ناول کی انفرادیت اور اہمیت کے بارے میں گوہر رحمان نوید کا کہنا ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

"برقؔ کی یہ کوشش اس لحاظ سے ک امیاب قرار دی جاسکتی ہے کہ انھوں نے اسے مختلف عنوانات میں تقسیم کیا ہے گویا یہ عنوانات اس ناول کے مختلف ابواب ہیں۔"(5) برقؔ کے افسانہ نگاری کے جوہر "بے لگام" کی صورت میں منصہ شہود پر آئے۔ یہ بنیادی طور پر افسانچے ہیں۔اس کتاب میں کچھ لطائف اور حکایتیں بھی ہیں۔ جن کی علمی حیثیت کچھ خاص نہیں ہے۔اُن کے افسانچوں میں شریف بد معاش، پاگل، چاہ در پیش، زر زرینہ، مرحوم، حلالہ، کارنامہ اُجرتی وغیرہ قابل ذکر ہے۔ ان افسانچوں کا علمی و ادبی مقام اتنا اونچا نہیں ہے تاہم ان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر وہ ریڈیو، ٹی وی، صحافت وغیرہ کے ساتھ ساتھ افسانہ نویسی کی طرف صحیح معنوں میں توجہ دیتے تو اس خطے کے صفِ اول کے افسانہ نویسوں میں شمار ہو سکتے تھے۔اُن کے دو افسانے "باپ کی بیٹی جمیلہ جمال" اور" دشمن کی بیٹی سکینہ"۔اُن کی کتاب "دختر کائنات "میں شائع ہوئے ہیں پہلے افسانے کا موضوع طوائف ہے اور اس موضوع پر اس افسانے کو کامیاب اور جاندار افسانہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ پینتیش صفحات پر مشتمل یہ طویل افسانہ طوائفوں کے ایک پورے خاندان کا مرثیہ ہے جس کا سربراہ وزیرے امعروف بہ وزیر محمد خان ہے جو گزشتہ پینتیس سال سے ہشتنگر کی زرخیز سرزمین اپنے خاندان کے مختلف عورتوں کو کامیابی سے طوائف بنا رہا ہے۔ طوائفوں کی بے رحمی، سنگدلی، منافقت، حرص وہوس، انسانی نفسیات سے آگاہی اور تماش بینوں کی عیاشیوں، سہل پسندی، ہوس ناکیوں کی دل سوز کہانی اس افسانے میں اس انداز سے بیان کی گئی ہیں کہ قاری شروع سے آخر تک پڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔افسانے کا پلاٹ جاندار اور مربوط، کہانی مربوط، مکالمے چست اور جاندار، منظر کشی عروج پر، اسلوب بیان رواں، سادہ اور عام فہم۔الغرض ایک اچھے افسانے کی جملہ خصوصیات اس میں پائی جاتی ہیں۔افسانے کا نقطہ عروج قارئین کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہے۔ جب شہناز بیگم کی حسین بیٹی جمیلہ جمال کی شادی فلسازپی۔ ایم شاہ کے لیے موت کا پروانہ۔ آیئے برقؔ کے قلم سے دیکھتے ہیں:

"یہ تمھاری بہن ہے سگی بہن۔ یہ پیر احمد شاہ کا بیٹا ہے۔ پیر احمد شاہ کا۔ جمیلہ کا بھائی۔ وہ تو یہ کہہ کر بے ہوش ہوگئی، لیکن سننے والے پتھر کے ہوگئے۔"(۲)

برقؔ کا دوسرا افسانہ "دشمن کی بیٹی سکینہ "اس صوبے کی بری رسم "سوَرہ" کے موضوع پر ہے۔ سورہ رسم میں قاتل خاندان دشمنی مٹانے کے لیے مقتول کے خاندان کو لڑکی کا رشتہ دے دیتے ہیں۔ ظاہر میں یہ عمل دشمنی مٹانے کے لیے کیا جا سکتا ہے مگر حقیقت میں اس رسم میں دی جانے والی لڑکی کو قربانی کا بکرا بنا دیا جاتا ہے۔ برقؔ نے اس افسانے میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ کیوں کہ وہ خود بھی اس قسم کے جرگوں میں متعدد بار بیٹھ چکے ہیں اس لیے اس رسم سے نفرین کا اظہار کرتے ہوئے انھوں نے یہ افسانہ تحریر کیا ہے جس میں انھوں نے یہ رائے دی ہے کہ اگر قاتل بھائی ہے تو سزا اس کو دی جانی چاہیے نہ کہ اس کی بہن کو۔ معاشرتی موضوع پر لکھے جانے والے اس افسانے کا پلاٹ انتہائی سادہ، مکالمے سیدھے سادے اور کہانی عام فہم ہے تاہم اس میں بلا کا سوز و کرب چھپا ہوا ہے اور اس دردناک موضوع پر اسے کامیاب کاوش قرار دیا جاسکتا ہے۔ سعد اللہ جان برقؔ کی ناول نگاری اور افسانہ نگاری کا طائرانہ جائزہ لینے کے بعد یہی کہا جاسکتا ہے کہ اگرچہ اُن کا مطبوع کام مقدار کے لحاظ سے زیادہ نہیں ہے مگر معیار کے لحاظ سے کم تر نہیں ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ علم و ادب کے دیگر شعبوں کی طرف زیادہ متوجہ رہے ہیں اور قصہ نگاری کی طرف اُن کی توجہ کچھ زیادہ نہیں رہی ہے، لیکن اُن کے مطبوع سرمائے کو دیکھ کر یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ بطورِ قصہ نگاری وہ ایک کامیاب قصہ گو کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ انھوں نے قصہ نگاری کے تمام فکری و فنی تقاضے پورے کیے ہیں۔ اس لیے بجا طور پر اُمید کی جاسکتی ہے کہ مستقبل قریب میں وہ اس ضمن میں مزید پیش رفت کریں گے اور مزید ادب پارے منظر عام پر لائیں گے جن کی وجہ سے وہ اس صوبے کے کامیاب قصہ نگاروں کی فہرست میں شامل کیے جاسکیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ سعد اللہ جان برقؔ، شب چراغ، باچاخان ٹرسٹ پشاور، 2010ء، ص41

2۔ سعد اللہ جان برقؔ، وحدت الوجود اور بیگ بینگ، بک ہوم، لاہور، 2009ء، ص49

3۔ سعد اللہ جان برقؔ، شب چراغ، بک ہوم، لاہور، 2009ء، ص28

4۔ ایضاً، ص94

5۔ گوہر رحمان نوید، خیبر پختونخواہ میں اردو ادب، یونیورسٹی پبلشرز، پشاور، 2020ء، ص167

6۔ سعد اللہ جان برقؔ، دختر کائنات، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، 2008ء، ص143